Al-Azhār

ISSN (Print): 2519-6707

Volume 7, Issue 2(July- December, 2021)

Issue:http: http: //www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/17

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/234

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v7i02.234

Title ,An Analysis of Satire as Stylistics Tool in Shibili's Book "Seerat-un Nabi,”

Author (s): Taqwim ul Haq

Received on: 29 July, 2021
Accepted on: 29 November, 2021
Published on: 25 December, 2021

Citation: Taqwim ul Haq, An Analysis of Satire as Stylistics Tool in Shibili's Book "Seerat-un Nabi"” Al-Azhār: 7 no, 2 (2021): 67-79

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

سیرۃ النبی ﷺ میں علامہ شبلی نعمانی کے طنزیہ اسلوب کا جائزہ

An Analysis of Satire as Stylistics Tool in Shibili's Book "Seerat-un "Nabi

ڈاکٹر تقویم الحق*

ABSTRACT

Shibli Naumani [1857-1914] is famous Urdu writer informed with early Western knowledge in British India, with absolute and lifelong commitment to bring intellectual change in Muslims. His series of books Namwaran-e Islam (The Famous Personalities of Islam) reached to its zenith, both in art and substance, when he penned one of the most authentic biography for Prophet of Islam Seerat-un Nabi. This article focused on a rare stylistic element to be ever used in prophetic biographies, satire. He mainly put this tool to work where the works of Orientalist are analyzed. The article explores the types and uses of satire, Shibli used in his voluminous book. The results also comment on the causes of this particular use, and it is documented those Christian missionaries operating in British India as well as the literature produced in the West on the topic were pressing reasons behind the selection of style. Evidence shows that as the access of Shibli to the Western sources along with proficiency to consult increased, the comparison, analyses of the Orientalist corpus increased, and it usually entails satire in polemic way, a possible reaction to the missionaries in British India.

***Keywords**: Polemics in British India; Missionaries in British India; Blasphemy; Orientalist and Prophet of Islam; Biographies of the Prophet of Islam, Satirical style*

… …

*: لیکچرار شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور / پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر شعبہ اردو، جامعہ پشاور

علامہ شبلی نعمانی صرف ادیب نہیں بلکہ وہ ایک ادیب گر ہیں۔ اسی طرح ان کی علمی حیثیت صرف فردِ واحد کی نہیں بلکہ ایک الگ اور مکمل ادبی دبستان کی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی نے اپنی کتاب "شبلی ایک دبستان" میں انھیں دبستان قرار دیا ہے۔ اس بات کی توثیق قاضی عبید الرحمان ہاشمی کے مضمون "شبلی کا طرزِ اظہار" سے بھی ہوتی ہے جس میں قاضی موصوف انھیں دبستان کے ساتھ ساتھ ایک عظیم روایت کی بنیاد رکھنے والا بھی قرار دیتے ہیں:

"شبلی نے اپنی کوششوں اور لگاتار تحریروں سے صحیح معنوں میں نثر کی تاریخ مرتب کی جس کے سبب وہ خود ایک عظیم روایت کے بنیاد گزار قرار پائے۔ چنانچہ شبلی کے نثری کارناموں کے حجم، وقعت اور معنویت کے پیشِ نظر اگر انھیں ایک فرد سے زیادہ ایک دبستان کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔"(۱)

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی علامہ شبلی کے اسلوب، انشاپردازی اور سیرت نگاری کے حوالے سے اپنی کتاب "شبلی بحیثیت سیرت نگار" میں اپنی رائے کا اظہار اسی طرح کرتے ہیں:

"علامہ شبلی نعمانی اردو کے مستند صاحب طرز ادیب اور بہترین انشاپرداز ہیں۔ سیرت پر جن لوگوں نے قلم اٹھایا ہے ان میں سے کوئی بھی خالص نثر نگار کی حیثیت سے علامہ کے درجے تک نہیں پہنچا اور اسلوب و انشا کے لحاظ سے بھی ان کی تصانیف سیرۃ النبی ﷺ کا مقابلہ نہیں کر پاتیں۔ سیرۃ النبی ﷺ میں جو مضامین بیان ہوئے ہیں وہ نئے یا انوکھے نہیں بلکہ سیرۃ کی متداول کتابوں کا مشترکہ سرمایہ ہے لیکن ان کے قلم کی ساحری نے ان میں جدت پیدا کر دی۔"(۲)

۱۷جون ۱۹۱۲ء کو علامہ شبلی نعمانی نے اپنی شہرۂ آفاق، مہتم بالشان (مگر آخری) تصنیف سیرۃ النبی ﷺ پر کام کا آغاز کیا۔ اپنی زندگی میں انھوں نے صرف دو جلدیں مکمل کیں جو ان کی وفات کے تقریباً چار سال بعد ۱۹۱۸ء میں نامی پریس کانپور سے شائع ہوئیں۔ ان کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس تصنیف کو اپنے لیے نجات اور بخشش کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے تھے۔ حبِ رسول ﷺ کے پُرخلوص جذبہ سے سرشار ہو کر ایسی منفرد کتاب تصنیف و تالیف کی کہ عربی زبان میں بھی مذکورہ موضوع پر اس پایہ کی کتاب تصنیف و تالیف نہیں ہوئی تھی۔ سیرۃ النبی ﷺ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے تراجم و تلخیصات عربی، فارسی، ترکی، پشتو اور بنگلہ کے علاوہ دیگر کئی زبانوں میں ہو چکی ہیں۔

علامہ کو خاتم الانبیاء والرسل محمد عربی ﷺ بے پناہ محبت تھی۔ وہ اپنی کتابوں میں سب سے پہلے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک معیاری اور مستند کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ اس کام کا نقطہ آغاز ایک عربی کتاب "بدء الاسلام" سے ہوا اور اختتام "سیرۃ النبی ﷺ" پر۔ سیرۃ النبی ﷺ کی تصنیف و تالیف کی ایک وجہ اردو میں معیاری اور مستند کتب سیرت کا دستیاب نہ ہونا تھی جس کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ مسلمان انگریزی زبان میں لکھی گئی کتب سیرت سے استفادہ کر رہے تھے اور انگریز مصنفین و مورخین کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیاں میٹھے زہر کی طرح

ان کی رگوں میں سرایت کر رہی تھیں۔ علامہ شبلی کو ان انگریز مصنفین و مورخین (مستشرقین) کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا جواب دینا مقصود تھا تاکہ امت مسلمہ کے دل میں آپ ﷺ کی حقیقی شان اور مرتبہ راسخ کیا جا سکے۔ ان کی ذاتی خواہش تھی کہ سیرۃ النبی ﷺ کا ترجمہ انگریزی زبان میں ہو جائے کیونکہ اہلِ یورپ اور یورپی اقوام کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"سیرت نبوی ﷺ کی اشاعت کی ضرورت سب سے زیادہ یورپ میں ہے تاکہ یورپ کے خیالات کی اصلاح ہو سکے۔"(۳)

وہ اہلِ یورپ کے غلط خیالات کی اصلاح چاہتے تھے اور ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں و دروغ بیانیوں کا جواب اور تردید مقصود تھا اس لیے ان کے بنائے ہوئے سیرت نبوی ﷺ کے خاکے میں پانچواں حصہ یورپی مصنفین کی غلط بیانیوں اور دروغ بیانیوں کے جواب اور تردید کے لیے مختص تھا لیکن بعد میں ان کے بنائے ہوئے خاکہ سیرت میں تبدیلی ہوئی اور پانچ جلدوں کے بجائے سات جلدوں میں سیرۃ النبی ﷺ کی تکمیل کا منصوبہ تشکیل پایا۔ سیرۃ النبی ﷺ کی جلد اول و دوم میں جابجا مغربی مصنفین و مورخین کی غلط بیانیوں کی تردید کی گئی ہے۔ ان غلط بیانیوں کی تردید میں نشتریت و اثریت پیدا کرنے کے لیے انھوں نے طنزیہ پیرایہ بیان سے بطریق احسن کام لیا۔(۴)

سیرۃ النبی ﷺ جلد اول و دوم میں ان کے طنزیہ اسلوب بیان پر مثالوں کی روشنی میں بحث کرنے سے پہلے طنز اور طنزیہ اسلوب کے لغوی و اصطلاحی مفہوم سے آگہی ضروری ہے۔

لغت میں طنز کے معنی "طعنہ، آوازہ، رمز کے ساتھ بات کرنا" کے ہیں اور طنزیہ کے معنی "وہ بات جس میں طنز پائی جائے" جبکہ طنزاً کے معنی "طعنے سے، اشارۃً، کنایۃً، رمزاً" کے ہیں۔(۵)

طنز صنف ادب نہیں بلکہ نظم و نثر کی ایک ایسی خوبی ہے جو دونوں اصناف میں برتی جا سکتی ہے یعنی ایک طرزِ تحریر اور اسلوب بیان کا نام ہے۔ طنز کو انگریزی میں Satire کہتے ہیں۔ اس کا اولین مقصد زندگی کی ناہمواریوں کی اصلاح و درستی ہے۔ طنز کی تعریف کرتے ہوئے محمد اشرف کمال اردو ادب میں طنز کی روایت کا آغاز داستانوں سے جوڑتے ہیں اور اس کے دائرہ کار کو وسیع قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"طنز انگریزی زبان کے لفظ Satire کا مترادف ہے۔ اردو زبان و ادب میں طنز کی روایت بڑی پرانی ہے۔ اس کا آغاز داستانوں سے ہوا۔ اردو نثر و نظم کی کئی اصناف میں طنز کی چاشنی مل جاتی ہے۔ طنز کا کینوس بڑا وسیع ہے۔ طنز میں سرزنش کا پہلو موجود ہوتا ہے۔ طنز کا رُخ باہر کی طرف ہوتا ہے اور جذبہ افتخار سے لیس ہو کر حملہ زن ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ انسانوں کو ایک متوازن اور معتدل رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ الغرض سیاسی و سماجی قدروں اور مذہبی و معاشرتی اصلاح کی خواہش جہاں مقصود ہو وہاں طنز سے کام لیا جائے گا۔"(٦)

طنز وہ حربہ ہے جو عام طور پر مزاح کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور دونوں ایک ہی زمرے میں شمار کیے جاتے ہیں لیکن ذہن میں رہے کہ طنز مزاح سے مختلف ایک الگ وصف ہے جس میں مزاح کے مقابلہ میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ طنز نگار عموماً غیر جانبدار نہیں رہ سکتا کیونکہ وہ اپنی برہمی کے اظہار میں توازن کے دائرے سے باہر نکل کر جذبات کے بہاؤ میں بہہ جاتا ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، اس حوالے سے "کشاف تنقیدی اصطلاحات" میں طنز کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کا مقصد قابل گرفت اور تنفر انگیز پہلوؤں کی اصلاح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قابل گرفت اور تنفر انگیز پہلوؤں پر مخالفانہ تنقید اصطلاح میں طنز کہلاتی ہے۔ نثر و نظم کی ہر صنف میں جلوہ گر ہو سکتی ہے۔ تعصب، خود بینی، غرور، نمود و تصنع، ذہنی سطحیت، ریاکاری (دین و اخلاق میں ہو یا سیاست و معاشرت میں) طنز نگار کے عام ہدف ہیں۔ جذبات کی رو میں بہہ نکلنا طنز کی موت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جذبات پر عقل کی بالادستی قائم رہے، تعصب سے دور رہنے کی کوشش کی جائے۔ طنز برہمی کا نتیجہ ہے اور نفرت کا اظہار ہے جس میں بے دردی کا راستہ اپنایا جاتا ہے۔"(۷)

جبکہ ڈاکٹر وزیر آغاز طنز کو ایک باشعور اور حساس انسان کے ذہنی رد عمل کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور بے اعتدالیوں کی بنا پر پیدا شدہ تمام معاشرتی ناسوروں پر طنز کے نشتر چلائے جاتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب "اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت" میں لکھتے ہیں:

"بنیادی طور پر طنز ایک باشعور، دردمند اور حساس انسان کے ذہنی رد عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اردو ادب میں طنز کا عروج بڑی حد تک اسی ذہنی رد عمل کا مرہونِ منت ہے۔ اس رد عمل کے زیر اثر طنز نگار ان تمام ناسوروں پر طنز کے نشتر چلانا شروع کرتا ہے جو ان کی بے اعتدالیوں کی پیداوار تھے۔ طنز کا دائرہ صرف ناسور پر نشتر چلانے کی حد تک ہے۔"(۸)

اسی طرح طارق سعید اپنی کتاب "طنزیات و مضحکات کے نمائندہ اسالیب" میں طنز کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اس کا مقصد اوہام پرستی اور بے ایمانی پر کاری ضرب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"طنز انسان کی زندگی میں بہت اہم کام سرانجام دیتا ہے۔ وہ اوہام پرستی، شخصیت پرستی، ظلم و جبر، تشدد اور بے ایمانی پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ خود غرضیوں کو چیلنج کرتا ہے اور اسے پوری دنیا کی نظر میں قابل نفریں بناتا ہے۔ عام لوگوں کو طنز ایک نوع سے اخلاقی قوت نیز سامانِ تسکین پہنچاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ظالم و متکبر کو طنز کا نشانہ بنا رہا ہوں۔"(۹)

سیرۃ النبی ﷺ میں علامہ شبلی نعمانی کے اسلوبیاتی خصائص میں ایک نمایاں خصوصیت ان کا طنزیہ انداز بیان ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ ان کو طنز نگاری کا امام قرار دیتے ہیں۔ ان کی طنز کا اصل ہدف زیادہ تر یورپین تنگ نظر اور پُر تعصب علماء، سیاست دان اور مورخین کے ساتھ ساتھ جدید انگریزی تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو ہر چیز کو یورپ کی

عینک سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پھیلتی ہیں یا پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔ علامہ شبلی ان اسلام مخالف یورپی مورخین کی غلط بیانیوں کا تذکرہ طنزیہ انداز میں کرتے ہوئے غلط بیانیوں کی فہرست میں سب سے اونچے درجے کا قرار دیتے ہیں: "اگر دنیا کی عجیب و غریب غلط فہمیوں کی فہرست تیار کی جائے تو اس میں یورپ اور مورخین یورپ کی غلط بیانیوں کو سب سے اونچے درجہ پر رکھنا پڑے گا۔"

علامہ کے اسلوب میں اس عہد کی مناظرہ باز فضا کے انتہائی اہم کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ابتدا میں انھوں نے ایک ایک مناظر کی حیثیت سے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ وہ ان مناظروں میں اپنے فریق مخالف کو طنز و تعریض سے زیر پا کر دیتے تھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

"شبلی ایک زبردست مناظر کی طرح مخالف کو بے دست و پا کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے ہیجان خیز فقروں کے ذریعے مخاطبوں کے دماغ کو مسخر اور مرعوب کر لیتے ہیں اور بالآخر اچانک ایک ضرب کاری لگا کر ہلہ بول کر مخالف کو مرعوب بلکہ مفلوج کر دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ اپنے کارگر ہتھیار طنز و تعریض سے کام لیتے ہیں۔"(۱۰)[۱۰۹]

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کے مطابق طنزیہ پیرایہ سے بیان کی قوت میں تاثیر و اضافہ ہو جاتا ہے۔ سیرۃ النبی ﷺ میں کہیں کہیں اس کے نمونے مل جاتے ہیں۔(۱۱) جن میں سے چند ایک کا تجزیہ مندرجہ ذیل ہے۔

قریش کا طیش و غضب ہر طرف سے سمٹ کر ان غریبوں پر ٹوٹا جن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا، ان میں کچھ غلام اور کنیزیں تھیں، کچھ غریب الوطن تھے، جو دو ایک پشت سے مکہ میں آرہے تھے اور کچھ کمزور قبیلوں کے آدمی تھے، جو کسی قسم کی عظمت و اقتدار نہیں رکھتے تھے، قریش نے ان کو اس طرح ستانا شروع کیا کہ جور و ستم کی تاریخ میں اس کی مثال پیدا کرنا قریش کی یکتائی کی تحقیر ہے۔(۱۲)

مکہ مکرمہ میں دین اسلام رفتہ رفتہ پھیل رہا تھا جس کی وجہ سے قریش یعنی کفار و مشرکین مکہ کی ناراضی اور غصے میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ قریش مکہ اپنی خفگی اور غصے کے غبار کے باعث کمزور، بے کس اور مظلوم مسلمانوں (جن میں زیادہ تر غلام اور کنیزیں شامل تھیں) کو اپنے ظلم و ستم کا ہدف بنائے ہوئے تھے اور بے کسوں، غریبوں اور لاچاروں پر ظلم و ستم کی اتنی حد کر دی جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گی۔ قریش مکہ کے اس طرز عمل پر علامہ شبلی طنز و تعریض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس سے پہلے تاریخ میں اس طرح کے ظلم و ستم کی کوئی مثال موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض محال ظلم و ستم کی ایسی کوئی مثال میسر آ بھی جائے تو یہ اس حوالے میں قریش مکہ کی انفرادیت کی توہین ہو گی۔

اسی طرح طائف کے سفر سے واپسی پر مطعم بن عدی نے آپ ﷺ کے پیغام بھیجنے پر، عربوں کے رواج کے مطابق آپ ﷺ کو اپنی حمایت میں لینے کا پیغام منظور کیا۔ مطعم بن عدی کفر کی حالت میں غزوہ بدر سے پہلے وفات پا گیا تو ان کے اس احسان کے بدلے کے طور پر صحابی رسول ؐ حسان ؓ بن ثابت نے مطعم بن عدی کی وفات پر

مرثیہ (مدح) لکھا۔ جس پر بعد میں آنے والے لوگ (مسلمانوں) پسندیدگی کا اظہار کریں گے یا نہیں۔ آج کل کے لوگوں کے اس طرز عمل کو علامہ شبلی نے طنزیہ انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مطعم نے کفر کی حالت میں غزوہ بدر سے پہلے وفات کی، حضرت حسانؓ جو دربار رسالت کے شاعر تھے، انھوں نے مرثیہ لکھا، زرقانی نے یہ مرثیہ بدر میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں، مطعم کا یہ کام بے شبہ مدح کا مستحق تھا، لیکن آج کل کے مسلمان حضرت حسانؓ اور زرقانی سے زیادہ شیفتہ اسلام ہیں، اس لیے معلوم نہیں حضرت حسانؓ کا یہ فعل آج بھی پسند کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟"(۱۳)

علامہ شبلی اس اقتباس میں صحابیِ رسولؐ حسانؓ بن ثابت کا مطعم بن عدی کی تعریف میں کہے ہوئے مرثیہ پر ان کی تائید کرتا ہے جسے محمد زرقانی (متوفیٰ ۱۱۲۲ھ) نے اپنی کتاب "شرح مواہب اللدنیہ" میں غزوہ بدر کے واقعات کے ذیل میں درج کیا ہے۔ زرقانی نے وضاحت کی ہے کہ حسانؓ کا ایک کافر کی مدح (مرثیہ) لکھنے میں کوئی برائی یا قباحت نہیں بلکہ ان کے اس کام کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ علامہ شبلی نے بھی زرقانی کی طرح اس کام بہ نظر استحسان دیکھا ہے۔ اس پس منظر کو بنیاد بنا کر انھوں نے موجودہ عہد کے رجعت پسند لوگوں کو اپنی تنقید بلکہ طنز کا ہدف بنایا ہے اور کہا ہے کہ موجودہ عہد کے مسلمان، صحابہ کرامؓ اور زرقانی جیسے محققین سیرت نگاروں سے (اپنے گمان میں) بھی زیادہ اسلام کے شیدائی ہیں جو کسی غیر مسلمان کے اچھے کاموں یا دین اسلام کی خدمت کرنے پر ان غیر مسلموں کی تعریف نہیں کرتے بلکہ ان کے اچھے کاموں پر بھی ان کو ملامت کرنے کے ساتھ ساتھ بری نظر سے بھی دیکھتے ہیں جبکہ ہم مسلمانوں کے لیے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی طرزِ زندگی میں ہمارے لیے رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "أصحابی کالنّجوم بِایھم اقتَدیتم اھتَدیتم (میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے تم لوگ جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے)۔"

حضرت حسانؓ بن ثابت صحابیِ رسولؐ ہیں نیز خاص دربارِ رسالت ﷺ کے شاعر بھی ہیں اور آپ (حسانؓ) کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ نے دعائیں بھی کی ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان (حسانؓ) کی مدد روح القدس (جبرئیل امین) کے ذریعے فرمائے۔ مذکورہ عبارت سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوتی ہے کہ حسانؓ بن ثابت کا مذکورہ شخص (مطعم بن عدی) کے مرنے پر ان کا مرثیہ کہنے پر حضور ﷺ نے ان (حسان) پر کوئی رد نہیں کی اور نہ انھیں منع فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک قسم کی اجازت و تائید ہے۔ جو آئندہ وقتوں (زمانہ) یعنی روزِ قیامت تک کے لیے تمام امت مسلمہ کے لیے ایک رہنما اصول کی بنیاد بھی فراہم کرتی ہے اور وہ یہ کہ جب بھی کوئی غیر مسلمان (کافر) دین اسلام یا دین اسلام کے پیروکاروں یا انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی اچھا اور بہتر کام کرے اور ظالموں (کافروں) کی مخالفت کے باوجود مظلوموں کی حمایت میں ان کا ساتھ دے، حق و صداقت کا بول بالا کرے، حق اور حق والوں کا ساتھ دے تو اس کافر کا ایسا کرنے پر اس کی تعریف کرنا نہ صرف جائز بلکہ احسن اور

عمدہ کام ہے۔ اس کی مزید تائید و توثیق جبیر بن مطعم اور آپ ﷺ کے درمیان غزوہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے موقع پر کی گئی گفتگو سے بھی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے جبیر کے باپ مطعم بن عدی کے احسانات کو یاد کر کے ارشاد فرمایا کہ اگر تمھارا باپ زندہ ہوتا اور وہ سفارش کرتے تو میں ان قیدیوں کو چھوڑ دیتا۔

حسانؓ بن ثابت نے مطعم کی مدح (مرثیہ) کہتے ہوئے کہا تھا: "اے آنکھ! لوگوں کے سردار مطعم بن عدی کی وفات پر آنسو بہاؤ، اے آنکھ اگر تو خشک ہو جائے تو خون کے آنسو بہاؤ، تمام لوگوں میں عظیم اور اعلیٰ شخصیت کی موت پر آنسو بہاؤ اور اس محسن پر آنسو بہاؤ جس کے احسانات اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ وہ زندہ رہا۔ اگر کسی کی بزرگی اور کارنامے اس کو زندہ رکھ سکتے ہیں تو وہ (مطعم) اس قابل تھے کہ ان کو ہمیشہ کی زندگی عطا کر دی جاتی۔ اے مطعم! تم نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت پناہ دی، جس وقت آپ ﷺ کی پکار پر کوئی لبیک کہنے والا نہ تھا اور محرومی دکھا رہا تھا، اس پناہ کی وجہ سے تم اس مقام پر پہنچے کہ بنو ثقیف اور قریش تمھارے غلام بن گئے۔ اگر بنو معد، بنو قحطان اور دوسرے لوگوں سے مطعم کے بارے میں سوال کیا جائے تو وہ سب کہیں گے کہ جب وہ وعدہ کرتے تو اپنے وعدے کو ضرور پورا کر کے رہتے تھے۔ جن لوگوں پر سورج طلوع ہو رہا ہے ان سب میں مطعم سے زیادہ معزز اور سخی شخص کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ سب سے اچھے اخلاق والے اور تاریک رات میں اپنے پڑوسیوں کی مدد کرنے والے تھے۔"(۱۴)

اس اسلوب بیان کی ایک اور مثال سیرۃ النبی ﷺ سے ملاحظہ ہو کہ ہجرت مدینہ کی رات کفار مکہ نے (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے کاشانۂ اقدس کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ شبلی کفار مکہ کا ادائیگی "فرض" میں ان کے طرزِ عمل یعنی ایک معمولی رسم و رواج کی پاسداری کو ملحوظِ خاطر رکھنے پر طنز کرتے ہیں:

> "اس اخیر رائے پر اتفاق ہو گیا، اور جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ ﷺ کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے۔ اس لیے باہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت ﷺ نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔"(۱۵)

علامہ شبلی نے اس موقع پر کفار مکہ کے طرز عمل یعنی رسم و رواج کی پاسداری پر طنز کیا ہے۔ کفار مکہ نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) آج رات قتل کریں گے اور یہ کام انھوں نے اپنے لیے "فرض" (انتہائی اہم اور ضروری) قرار دیا تھا لیکن عرب اپنے رواج کے مطابق زنانہ مکان میں بلا اجازت داخل ہونے کو اپنے لیے باعثِ خفت و شرم تصور کرتے تھے، اس لیے کاشانہ اقدس کے باہر انتظار کرتے رہے کہ آپ ﷺ جب کاشانہ اقدس سے باہر نکلیں گے تو اس "فرض" کو ادا کیا جائے گا۔ یہ کیسا "فرض" تھا؟ کہ اس انتہائی اہم "فرض" کی ادائی میں ان کا ایک معمولی سا رواج اور دستور آڑے آیا۔ کفار مکہ نے ایک معمولی اور غیر اہم رواج کا خیال تو رکھا لیکن جو مقصد انھوں نے اپنے لیے لازم کر رکھا تھا، اس کو پورا نہ کر سکے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اہم اور مہتم بالشان مقصد کے حصول میں ایک معمولی رسم کا لحاظ نہیں رکھا جاتا بلکہ اس معمولی کام کو پس پشت ڈال کر

اہم اور اصل مقصد کا حصول عقلِ سلیم کا منشاو مطالبہ ہوتا ہے اور یہی خصوصیت (عقلِ سلیم) کفار مکہ کے پاس تھا ہی نہیں نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفار کو حالات سے بے خبر کر کے غفلت کی نیند سلا دیا اور اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کافروں کے کیے ہوئے ارادے سے بالکل محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف مدینہ ہجرت کرنے کا حکم مل گیا ہے لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے پاس موجود مختلف لوگوں کی جو امانتیں ان کے حوالہ کیں اور ان کو اپنے بستر خواب پر لٹایا۔ صبح کو جب کفار غفلت کی نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے "فرض" کو ادا کرنا چاہا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے بستر خواب پر علیؓ کو موجود پایا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی تلاش میں غارِ ثور تک پہنچے لیکن اس موقع پر بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بخیر وعافیت یثرب (مدینہ) پہنچ گئے۔

ایک اور مثال:

"آج کل کے عیسائی مورخوں نے بھی قدیم منافقوں کی طرح اس واقعہ کو اس جوش مسرت سے لکھا ہے کہ خود بخود ان کے قلم میں روانی آگئی ہے، لیکن ہم ان سے توقع بھی یہی کر سکتے تھے۔"(۱۶)

اس مثال میں علامہ شبلی نے ان متعصب عیسائی مورخین کو اپنے طنز کا ہدف بنایا ہے اور ان کے طریق کار کو قدیم منافقوں کے طرزِ عمل سے تشبیہ دی ہے اور واضح کیا ہے کہ ان (عیسائی مورخین) کا ایسا کرنا کسی بھی طرح قدیم منافقوں سے کم تر نہیں ہے۔ ان عیسائی مورخین نے بھی پرانے منافقوں کی طرح غیر اہم اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو صرف جوش مسرت میں بڑھا دیا ہے جن سے مسلمانوں کی دل آزاری کا امکان ہوتا ہے۔ ان لوگوں سے امید ہی ایسی کی جا سکتی ہے کیونکہ یہی لوگ (متعصب عیسائی مورخین اور قدیم وجدید منافقین دونوں) کبھی بھی اور کسی بھی حوالے سے دین اسلام اور دین اسلام کے پیروکاروں (مسلمانوں) کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے اور نہ ہیں۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

"اکثر لوگ (آج کل کی طرح) جن کے پاس زاد سفر نہیں ہوتا تھا یوں ہی چل کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم متوکل ہیں، ان لوگوں کو اکثر راہ میں گداگری اور دوستوں کی دستگیری کا محتاج ہونا پڑتا تھا۔"(۱۷)

اس عبارت میں علامہ شبلی نے کفار و مشرکین عرب کے ایک برے فعل کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ وہ جب حج کے ایام میں حج بیت اللہ کا ارادہ کر لیتے تھے تو اپنے ساتھ راستے کے اخراجات وغیرہ کا انتظام کیے بغیر روانہ ہو جاتے تھے اور خود کو متوکلین کہا کرتے۔ اس کا نتیجہ عموماً فقر اور فاقہ یا بھیک مانگنے (گداگری) کی صورت میں سامنے آتا۔ کفار و مشرکین عرب کے اس طرزِ عمل کو بنیاد بنا کر انھوں نے موجود عہد کے بعض کم فہم اور ناسمجھ مسلمان اور ظاہری و جعلی متوکلین (جو بغیر راستے کے اخراجات کے حج بیت اللہ کے سفر پر نکل پڑتے) کو اپنے شدید طنز کا ہدف بنایا ہے کہ وہ بھی اپنے مقصد (حج بیت اللہ) کے حصول کے لیے درکار اسباب جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مقرر کیے ہیں،

ان کو چھوڑ کر اسباب کو استعمال میں لائے بغیر اپنے مطلوبہ مقصد کا حصول چاہتے ہیں اور ایسا موجودہ دور کے مسلمانوں میں بہت بڑی خرابی کی شکل اختیار کر گئی ہے کہ وہ بھی توکل علی اللہ کے اصل مفہوم کو غلط معنی پہناتے ہیں۔ ایسے کم فہم اور ناسمجھ لوگوں نے اسباب کو ترک کرنے کا نام توکل علی اللہ رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کا اصل مفہوم یہ ہے کہ تمام موجود اسباب کو اچھی طرح استعمال میں لاتے ہوئے صرف (اس کام کا) نتیجہ مسبب الاسباب (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) پر چھوڑا جائے۔ یہ کامل توکل اور اصل میں مسلمان ہونے کی صحیح نشانی ہے۔

اس عمل کی تائید وتوثیق حضرت عمرؓ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب مسجد میں بیٹھے ہوئے چند اشخاص نے اسباب کو ترک کرکے اپنے آپ متوکلین بن بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر انھوں نے خود کو متوکلین کہہ کر متعارف کرایا۔ یہ افراد اس توقع پر مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قوم کے افراد ہماری تمام ضروریات کو پورا کریں گے اور ہم خود کچھ بھی نہیں کریں گے کیونکہ ہم تو متوکلین ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ یہ افراد توکل علی اللہ کا غلط مفہوم سمجھ رہے ہیں اور اسباب کو ترک کرکے اسی طرح بے کار و معطل بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ قوم کے افراد پر بھی بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے عمرؓ نے اپنا کوڑا اٹھا کر ان نام نہاد متوکلین سے فرمایا کہ سب کے سب ابھی کے ابھی اٹھو اور رزقِ حلال کی تلاش میں کام کے لیے جاؤ یعنی اسباب کو استعمال میں لاکر اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے بھی رزقِ حلال کمائیں اور اس رزقِ حلال کو خود بھی کھائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلائیں۔

بعینہٖ ایک آدمی آپ ﷺ کی مجلس میں اس حالت میں حاضر ہوا کہ اس شخص نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کرکے اپنے اونٹ کو باندھے بغیر کھلا چھوڑ دیا تھا اور آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ توکل کا اصل مفہوم یہ ہے کہ سب سے پہلے جاکر اپنے اونٹ کو باندھ یعنی اسبابِ ظاہری کو استعمال کرو اور اس کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ کر توکل اختیار کرو، یہی توکل علی اللہ کا اصل مفہوم اور مطلب ہے یعنی اسبابِ دنیوی کو استعمال میں لاکر نتیجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر چھوڑنا۔

مندرجہ بالا تمام واقعات سے بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کا اصل مطلب تمام دستیاب وسائل و اسباب استعمال میں لاکر نتیجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر چھوڑنے کا نام ہے کیونکہ نتیجہ انسانی اختیار سے بالاتر ایک چیز ہے۔ اب اگر بالفرضِ محال ایک شخص حج بیت اللہ پر جانے کا عزم کرے تو اسے چاہیے کہ وہ تمام شرائط وضوابط کو نظر میں رکھتے ہوئے مطلوبہ اخراجات (زادِ راہ) ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہو تاکہ اسے بعد میں دوسرے افراد سے سوال نہ کرنا پڑے اور خالقِ حقیقی کے در پر حاضری کے وقت اس کے مخلوق سے سوال کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے کیونکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا ایک حقیقی مسلمان کے مرتبے کے بالکل خلاف ہے۔ ایسا کرنا کسی بھی صورت میں اس شخص کے لیے جائز اور روا نہیں اور نہ اس کو زیب دیتا ہے۔ اللہ کے در پر صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا چاہیے باقی کسی اور کے سامنے ہرگز نہیں۔

علامہ شبلی ہندوستان کے داعیان مذہب کی غیر ضروری ریاضت تپسیا اور نفس کشی کے طور طریقوں پر طنز

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انبیاء اور داعیان مذہب نے تکمیلِ روحانیت کے لیے تقلیلِ غذا، بلکہ ترکِ غذا (روزہ) کو اسباب ضروری میں شمار کیا ہے۔ ہندوستان کے بعض ریاضت کش اور مرتاض داعیانِ مذہب تو اس راہ میں حدِ افراط سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔"(۱۸)

اس عبارت میں شبلی نے ہندوستان میں مذہب کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے والے انتہائی تربیت یافتہ اور محنت کش افراد کی ایک صفت بیان کی ہے مگر ان لوگوں کا یہی وصف درحقیقت ایسے افراد کی انتہائی بڑی خامیوں میں شمار ہوتی ہے اور وہ یہ کہ مذہب کی دعوت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے میں وہ اعتدال و توازن بالکل بھی نہیں برتتے۔ اگر عبادت کے ذریعہ سے اللہ کا قرب حاصل کرنے ارادہ رکھتے ہیں تو اس میں بھی میانہ روی سے کام نہیں لیتے بلکہ وہ ایسا کرنے میں آخری حد سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔

علامہ ایسے لوگوں کو اپنی طنز کا نشانہ بناتے ہیں کہ جو ہر کام میں توازن کا دامن چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ ہر کام میں توازن کا برقرار رکھنا انتہائی لازمی ہے، اگر ایسا نہ ہو تو پھر اللہ کے قرب کے حصول میں جو احتیاط ضروری ہے، اس کی اہمیت و ضرورت ختم ہو جاتی ہے اور یہ داعیانِ مذہب سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے ان اعمالِ حسنہ کی بدولت اللہ کا قرب حاصل کر رہے ہیں لیکن اصل میں ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ قرآن مجید کے سورۃ کہف کی آیت ۱۰۴ اس بات کی گواہ ہے کہ ایسے لوگ یہ گمان کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔:" وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (ترجمہ: اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔)"

اس موقع پر علامہ کے لہجے کی تلخی طنز کی صورت میں محسوس کی جاسکتی ہے۔ یہی افراد خود کو مذہب کی دعوت کا مقدس فریضہ سرانجام دینے والے تربیت یافتہ افراد گردانتے ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی وہ اللہ کے قرب کے حصول کے صحیح طریقے اور حقیقی طرزِ عمل کے مطابق عمل نہیں کر رہے ہوتے۔ وہ باہم تقابل و موازنہ کے اصول کے ذریعے ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں کہ انبیاء (علیہم السلام) اور داعیانِ مذہب اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے قلیل غذا اور روزہ رکھنے کو ضروری کام گردانتے ہیں لیکن ہندوستان کے یہ نام نہاد داعیانِ مذہب ایسا مقدس کام کرنے میں آخری حد سے بھی گزر جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دینِ اسلام کی صداقت اور حقانیت ان پر واضح کرنے اور ان کو صحیح طریق کار سمجھانے کے لیے کہتے ہیں کہ اسلام کا حقیقی داعی (محمد رسول اللہ ﷺ) اللہ کے قرب کے حصول کے سلسلے میں ہمیشہ توازن اور اعتدال کو اپنائے ہوا تھا یعنی آپ ﷺ نے نہ حد سے تجاوز کی اور نہ کوئی کمی روا رکھی بلکہ انھوں نے اپنے طرزِ عمل کے ذریعے عملی طور پر اعتدال و توازن کو ہر حال میں برقرار رکھا۔

انسانی زندگی کا کوئی بھی شعبہ یا پہلو ہو، افکار و نظریات ہوں یا کوئی عملی کام، دین کی دعوت ہو یا اللہ کے قرب کا حصول یعنی دین اور دنیا دونوں میں ایک اعتدال اور توازن کا برقرار رکھنا، ہر طرح سے مکمل، اکمل اور کامل

انسان ہی کر سکتا ہے اور اس دنیا میں ایسا مکمل، کامل اور اکمل انسان صرف اور صرف خاتم الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس ہے۔

علاوہ ازیں تمام ادیانِ محرفہ و باطلہ کے داعیانِ مذہب نے اللہ کے قرب کے حصول کے واسطے جتنی نفس کشی (محنت شاقہ) اور (انسانوں کے لیے ناقابلِ عمل) اوراد و وظائف بتائے ہیں، ان تمام میں اعتدال اور توازن کے نہ ہونے کی وجہ سے موجودہ عہد میں ناقابل عمل ہیں، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ داعیان مذہب ایسے غیر معتدل، غیر متوازن اور ناقابل عمل اوراد و وظائف کا حکم دیتے ہیں جن کی ادائیگی انتہائی مشکل ہے یا ناممکن۔

اپنی تحریروں میں جوش و جذبہ اور جان ڈالنے کے لیے علامہ شبلی نعمانی مختلف انداز بیان اپناتے ہیں جن میں طنزیہ پیرایہ بیان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں بھی ان کو کوئی تنفر انگیز پہلو یا واقعہ نظر آتا ہے اور جو ان کی طبیعت کو ناگوار گزرا ہو، اس واقعہ کو انھوں نے اپنی طنز و تعریض کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کے اسلوب کی اس خصوصیت کی تائید ڈاکٹر سید عبد اللہ کی کتاب "بحث و نظر" سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "شبلی اپنی تحریروں میں خاص زندگی اور جوش پیدا کرنے کے لیے اپنے پسندیدہ الفاظ کو مختلف پیرایوں میں استعمال کرتا ہے جن میں طنز و تعریض اور تضحیک و تنقیص کی صورتیں نمایاں ہیں۔"(۱۹)

چونکہ علامہ شبلی کا عہد مناظروں کا عہد تھا۔ اس عہد میں مشرق و مغرب، ایشیا اور یورپ، قدیم اور جدید، علماء اور انگریزی دان، مذہب اور سائنس غرض زندگی کے تقریباً سبھی میدانوں میں ایک شدید کشمکش کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ مناظروں کی اسی فضا نے ان کے اسلوب کی تشکیل میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ابتداءً انھیں وہابی اور سنی اختلافات میں انتہائی دلچسپی تھی لیکن علی گڑھ کالج کے علمی فضاؤں سے روشناس ہونے کے ساتھ ہی مناظروں کا میدان بھی وسیع ہوتا گیا۔ مناظرے میں وہ ایک فریق کی سی حیثیت رکھتے تھے۔ اپنے مخالف پر غالب آنے اور اسے ہرانے کی خواہش میں ان کے اسلوب میں کہیں کہیں تلخی کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے جو اکثر و بیشتر طنز و تعریض کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ وہ ایک زبردست مناظرہ باز کی طرح اپنے مخالف کو زیر کرنے میں انتہائی ماہر تھے۔ وہ اپنے جوش انگیز فقروں کے ذریعے مخالفین کے دماغ کو مسخر و مرعوب کر لیتے تھے اور پھر یکایک ایک کاری ضرب سے اپنے مخالف کو مفلوج کر دیتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ اپنے موثر ہتھیار طنز و تعریض کو بروئے کار لاتے تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تحریر (اسلوب) میں طنز کا رنگ گہرا ہوتا چلا گیا۔ ان کی ابتدائی کتابوں میں اس خصوصیت کا انداز دھیما مگر موثر ہے مگر جیسے جیسے وقت گزرتا رہا ان کے اسلوب میں طنزیہ انداز بیان کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے۔

جن مسائل میں علامہ شبلی نے طنزیہ اسلوب بیان اپنایا ہے، ان کے متعلق موجودہ صدی ذہنی و فکری طور پر انتہائی پریشان اور متفکر ہے۔ ان کی موثر اور کامیاب طنز یورپ کے "بے درد اور متعصب" مورخین اسلام پر ہے

جن کے لیے ان کے ہاں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ ان مورخین سے متعلق انھیں ابتدا سے ہی شکایات تھیں مگر تاریخ اسلام اور یورپ کی تاریخ کے مطالعہ کا انھیں جتنا زیادہ موقع ملتا گیا ان یورپی مورخین سے متعلق ان کے لہجے کی تلخی بھی اتنی ہی بڑھتی گئی۔(۲۰)

حوالہ جات

....

۱۔ قاضی عبید الرحمان ہاشمی، شبلی کا طرز اظہار، مشمولہ جدید اردو نثر کے معمار بک ٹائم۔لاہور،۲۰۱۸ء، ص ۱۴۲

1. Qazi Ubaid ur Rahman, Shibli ka Tarz-e-Izhar, mashmoola Jadeed Urdu Nasr K Maimar, Book Time, Lahore, 2018, P. 142.

۲۔ ظفر احمد صدیقی، مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ،۲۰۰۱ء، ص۲۶ تا ۳۰

2. Zafar Ahmad Siddiqi, Maulana Shibli Bahesiyat Seerat Nigar, Educational Publishing House, Aligarh, 2001, P. 26-30.

۳۔ علامہ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، ج۸، معارف اعظم گڑھ،۱۹۷۲ء، ص۲۶

3. Allama Shibli, Maqalat-e-Shibli, Vol. 8, Maarif Azamgarh, 1972, P. 26.

۴۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، آثار شبلی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء، ص۳۴۶

4. Dr. Muhammad Ilyas Al-Aazmi, Aasar-e-Shibli, Darul Musanifeen Shibli Academy, Azamgarh, 2013, P. 364.

۵۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتاب خانہ، لاہور۔ س ن، ص ۹۹۵

5. Waris Sarhindi, Ilmi Urdu Lughat, Ilmi Kitab Khana, Lahore, P. 995.

۶۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال، اصطلاحات، بک ٹائم، کراچی۔۲۰۱۷ء، ص۲۹۸ تا ۳۰۰

6. Dr. Muhammad Ashraf Kamal, Istelahat, Book Time, Karachi, 2017, P. 298-300.

۷۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد۔۲۰۱۸ء، ص۶۸۔۱۶۷

7. Ab-ul-Ijaz Hafeez Siddiqi, Kashaf Tanqeedi Istelahat, Idara-e-Farogh-e-Qaumi Zuban, Islamabad, 2018, P. 167-68.

۸۔ ڈاکٹر وزیر آغا، اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت، مکتبہ عالیہ۔لاہور،۲۰۰۷ء، ص۴۹۔۵۰

8. Dr. Wazir Agha, Urdu Adab main Tanz-o-Mazah ki Riwayat, Maktaba Aaliya, Lahore, 2007, P. 49-50.

۹۔ طارق سعید، اردو طنزیات و مضحکات کے نمائندہ اسالیب، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔دلی،۱۹۹۶ء، ص ۵۰

9. Tariq Saeed, Urdu Tanziyat o Mazhakat k Numainda Asaleeb, Educational Publishing House, Delhi, 1996, P. 50.

۱۰۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ، بحث و نظر، مکتبہ اردو، لاہور ۱۹۵۲ء، ص۶۔۱۵۵

10. Dr. Syed Abdullah, Bahs-o-Nazar, Maktaba-e-Urdu, Lahore, 1952, P. 155-56.

۱۱۔ ظفر احمد صدیقی، مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۱ء، ص ۳۶

11. Zafar Ahmad Siddiqi, Maulana Shibli Bahesiyat Seerat Nigar, Educational Publishing House, Aligarh, 2001, P.36.

۱۲۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۱، حذیفہ اکیڈمی، س ن، ص ۱۱۶

12. Allama Shibli Naumani, Seerat-un-Nabi (S.A.W), Huzaifa Academy, P. 116.

۱۳۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۱، حذیفہ اکیڈمی، س ن، ص ۱۲۶

13. Allama Shibli Naumani, Seerat-un-Nabi (S.A.W), Huzaifa Academy, P.126.

۱۴۔ حسانؓ بن ثابت، دیوانِ حسانؓ بن ثابت، تحقیق و ترجمہ مولانا محمد اویس سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ص ۵۱۳

14. Hassan bin Sabit (R.A), Deewan-e-Hassan bin Sabit (R.A), Tehqiq o Tarjuma Maulana Muhammad Idrees Sarwar, Maktaba-e-Rahmaniya, Lahore, P. 513.

۱۵۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۱، حذیفہ اکیڈمی، س ن، ص ۱۳۴

15. Allama Shibli Naumani, Seerat-un-Nabi (S.A.W), Huzaifa Academy, P. 134.

۱۶۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۱، حذیفہ اکیڈمی، س ن، ص ۱۹۳

16. Allama Shibli Naumani, Seerat-un-Nabi (S.A.W), Huzaifa Academy, P.193.

۱۷۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۲، حذیفہ اکیڈمی، س ن، ص ۳۳۱

17. Allama Shibli Naumani, Seerat-un-Nabi (S.A.W), Huzaifa Academy, P. 331.

۱۸۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۲، حذیفہ اکیڈمی، س ن، ص ۳۹۳

18. Allama Shibli Naumani, Seerat-un-Nabi (S.A.W), Huzaifa Academy, P.393.

۱۹۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، بحث و نظر، مکتبہ اردو، لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۱۲۴

19. Dr. Syed Abdullah, Bahs-o-Nazar, Maktaba-e-Urdu, Lahore, 1952, P. 124.

۲۰۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، بحث و نظر، مکتبہ اردو، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص ۱۵۴ تا ۱۶۱

20. Dr. Syed Abdullah, Bahs-o-Nazar, Maktaba-e-Urdu, Lahore, 1952, P. 154-161.